مولانا خالد کمال صاحب مبارکپوری جو مولانا قاضی محمد اطہر مبارکپوری کے صاحبزادے اور خلف صادق ہیں انھوں نے بھی ہمیں ایک مضمون "رشوت کا اسلامی تجزیہ" عنایت کیا ہے جو اسی شمارہ میں آپ کی نظر سے گذرے گا۔ آج جبکہ رشوت ہماری بگڑی ہوئی سوسائٹی کا جزو عظیم بن چکی ہے اور انسداد اور روک تھام کی تمام کوششوں کے باوجود یہ وبا بڑھتی ہی جارہی ہے یہ مضمون بہت ہی غور سے پڑھنے اور سمجھنے کا ہے ہم مولانا کو ان کی عنایت کا شکریہ پیش کرتے ہیں۔ نیز یہ دعا بھی۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

جنوری فروری ۶۱

رشوت کا اسلامی تجزیہ

ترجمہ مولانا خالد کمال مبارکپوری

اسلام کے جہاں اور بہت سے مقاصد ہیں وہاں اسلام کا ایک عظیم مقصد یہ بھی ہے کہ اسکی روشنی میں ایک انسان دوسرے انسان کے مال کو باطل طریقہ سے نہ کھائے اور نہ استعمال کرے مثال کے طور پر ہم رشوت، سود، غصب، چوری، جوا کو پیش کر سکتے ہیں انکے علاوہ یورپ کے ان دوسرے ہزاروں کاروبار اور تجارت کے نام پر کھیلے ہوئے کھیلوں کو بھی پیش کر سکتے ہیں جنکی بنیاد ہی ایک انسان کو تباہ و برباد کر کے اسکی دولت پر قبضہ کرنے پر رکھی گئی ہے۔ ہم ان ہی کی دلیل میں چند آیات و آثار کو پیش کرتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق مت کھاؤ اور انکو حکام کے یہاں اس غرض سے رجوع مت کرو کہ لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ بطریق باطل کے کھا جاؤ اور تمکو علم ہو۔

(سورہ بقرہ ۱۸۸)

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ لیکن کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے ہو تو مضائقہ نہیں۔

(سورہ نساء ۲۹)

ان دونوں آیتوں میں "بالباطل" کا لفظ ان تمام مناہیات کو شامل ہے جنکو شریعت نے ان کے ذاتی معنی کے سبب منع فرمایا ہے مثلاً شراب وغیرہ یا اکتساب کے اندر خلل پیدا کرنے کیوجہ سے اسکو روکا ہے جیسے رشوت، غصب، چوری، اگر غور کیا جائے تو رشوت ایک ایسا متعدی مرض ثابت ہوئی ہے جو نہ صرف رشوت لینے دینے والے تک محدود رہتا ہے بلکہ اس کا زہر پورے سماج کو زہر آلود کر دیتا ہے۔ رشوت کا ضرر بعض بعض وقت آج کے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے بھی زیادہ خطرناک اور موذی ثابت ہوتا ہے۔

علماء اسلام نے متفقہ طور پر رشوت کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے البتہ راشی (رشوت دینے والا) کے بارے میں اسوقت اختلاف ہو جاتا ہے جبکہ وہ حق بات کو ثابت کرنے کے لئے رشوت دیتا ہے اور اسے حق کا وسیلہ قرار دیتا ہے،

ایسی حالت میں مرتشی (رشوت لینے والا) کو اپنی خیر منانی چاہیئے کیونکہ اسکا وبال اسی کے سر جائیگا لیکن اسکے لئے شرط ہے کہ رشوت دینے والے نے ایسی مجبوری شکل میں رشوت دی ہو جبکہ سوائے رشوت کے کوئی چارہ نہ ہو اگر کوئی اور شکل بغیر رشوت دیئے ہوئے پیدا ہو سکتی ہو تو اسکے لئے ایسی حالت میں رشوت دینا جائز نہیں ہو سکتا اسکی مثال میں ہم شاعروں کو پیش کر سکتے ہیں جنکی ہجو کے خوف سے انکو بطور رشوت کچھ دے دیا جائے راشی کو دینا تو ایسی حالت میں جائز ہو جاتا ہے لیکن مرتشی کا لینا حلال اور جائز نہیں بلکہ وہ حرام ہی رہتا ہے کیونکہ یہ بالباطل کے اندر داخل ہے اور راشی اس صورت میں مجبور نظر آتا ہے جو اپنی عزت بچانے کیلئے رشوت دینے پر آمادہ ہو گیا ہے۔

اس تفصیل کے بعد یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ جو رشوت حاکم کو اس لئے دیجاتی ہے کہ وہ اسے لیکر غلط فیصلہ کرے اور راشی اس چیز کا مستحق ہو جائے جس کا وہ حقدار نہیں ہے یا اس کے ذریعہ کسی مسلمان کو تکلیف پہونچانا چاہے تو ایسی حالت میں حاکم وکیل اور رشوت دینے والا تینوں حدفسق کے اندر داخل ہو جائیں گے لیکن اگر راشی جو فیصلہ چاہتا ہے وہی حق ہے یا ظلم کو رفع دفع کرنے کے لئے رشوت دے رہا ہے تو ایسی حالت میں صرف رشوت لینے والا حاکم ہی گنہگار اور مجرم ہوگا وکیل و مؤکل اس ذمہ داری سے بری ہو جائیں گے۔

رشوت ایک بہت ہی عظیم اور خوفناک جرم ہے اسکی بُرائی کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعنت فرمانا ہی کافی ہے جس میں آپ نے راشی (رشوت دینے والا) تینوں کو ملعون فرمایا ہے۔

(تینوں یعنی راشی، مرتشی اور درمیانی شخص جو رشوت دلانے والا)

رشوت کا جرم اپنے مقاصد اور موقع و محل کے لحاظ سے مختلف ہوتا رہتا ہے چنانچہ اگر قاضی رشوت لے تو اس کے حق میں رشوت کی حرمت زیادہ سخت ہوگی کیونکہ اسکو دوسروں کے مقابلہ میں رشوت سے روکنے کا زیادہ حق ہے اور شریعت کیجانب سے نائب مقرر کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ قضاء کا عہدہ کسبی نہیں ہے بلکہ اسکے اندر عبادت کا مفہوم پوشیدہ ہے کیونکہ اللہ تعالی اسے اپنی جانب سے نائب مقرر فرماتا ہے لہذا اللہ کا حکم اور اس کا عدل نہایت سستا اور ہر ایک کیلئے عام ہونا چاہیئے اور اسکے لئے کوئی قیمت اور بدلہ نہیں ہونا چاہیئے قاضی ہی کے حکم میں اسکے نائب اور اسکے دربان بھی ہیں اور ان لوگوں کی بھی وہی حیثیت ہے جسکو قاضی امور مسلمین کیلئے مقرر کرے۔

قاضیوں اور ججوں ہی کے حکم میں ائمہ امت امراء اسلام گورنر اور وہ تمام سرکاری افسران ہیں جو مسلمانوں کی مصالح عامہ کے ذمہ دار بنائے گئے ہوں کیونکہ یہ لوگ خدا کی زمین پر امن قائم کرنے اور خدا کے انصاف کو لوگوں تک پہونچانے اور اسکی امانت کو امانت والوں کے پاس پہونچانے کے ذمہ دار ہیں یہی وجہ ہے کہ قاضی کے رشوت لینے کے بارے میں ایسی سخت وعید اور ایسی تہدید آئی ہے کہ اس کے بعد کوئی تہدید نہیں ہو سکتی ہے چنانچہ طبرانی نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ ان الرشوۃ فی الحکم کفر۔ فیصلہ کرنے کے لئے رشوت لینا کفر ہے۔

اسی طرح مسروق کا مقولہ ہے۔

اذا قبل القاضی الرشوۃ جب قاضی رشوت لیتا ہے
بلغت بہ الکفر تو وہ رشوت قاضی کو کفر کے
قریب پہونچا دیتی ہے۔

ان دونوں عبارتوں میں رشوت سے متعلق تشدد اور تہدید و توعید کے انتہائی الفاظ موجود ہیں اس سے بحث نہیں کہ قاضی نے رشوت خود لی ہو یا اپنے دربان و کاتب کے ذریعہ وصول کی ہو اگر غور کیا جائے تو قاضی اور جج کی رشوت ستانی سے بڑھکر کوئی مصیبت اور کوئی جرم سماج میں نہیں ہوسکتا کہ وہ رشوت لیکر اسی کے مطابق فیصلہ کرتا ہے ایسا قاضی اور ایسا جج یقیناً ایک بہت بڑا فتنہ ہے اور قوم و ملک مذہب و ملت کیلئے کلنک کا ٹیکہ ہے کیونکہ جج اور قاضی عوام کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور جب وہ چند پیسوں کے بدلے اپنی اس عظیم ذمہ داری کو فروخت کر دیتے ہیں تو گویا اپنے آپ کو ہلاکت اور ذلت کے لئے پیش کرتے اور انکی یہ خیانت ایک نہ ایک دن قوم کے سامنے ظاہر ہو جاتی ہے اور حق کے سامنے وہ بے دست و پا ہو کر لائے جاتے ہیں اور جس ذلت و خواری کا مظاہرہ ہوتا ہے وہ بہت ہی صبر آزما ہوتا ہے لیکن باطل کے سامنے وہ قوی مضبوط طاقتور اور قابل ستائش ہو کر پیش ہوتے ہیں۔

آج ہم ایک ایسے زمانہ سے گذر رہے جس میں مشرق سے لیکر مغرب تک عداوت و انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے اور بربادی کی علامت ہے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لا یقدس اللہ امۃ اللہ تعالیٰ اس امت کو ہرگز
لا یاخذ ضعیفہا حقہ مقدس نہیں بنا سکتا جسکے
من قویہا غیر متعتع کمزور لوگ آسانی سے اسکے
(رواہ الطبرانی) ظالم و قوی افراد سے اپنا حق
حاصل نہ کرسکیں۔

اسی کے قریب المعنی دوسرا ارشاد ہے۔

ما من قوم یظہر فیہم جس قوم میں بھی زنا کا ظہور
الزنا الا اخذوا بالسنۃ ہوتا ہے وہ قوم قحط میں گرفتار
وما من قوم یظہر کیجاتی ہے اور جس قوم میں
فیہم الرشی الا اخذوا رشوت کی لت پیدا ہو جاتی
بالرعب ہے اسکو رعب اور خوف کے
(رواہ امام احمد) عذاب میں گرفتار کیا جاتا ہے۔

اسی کے ہم معنی ایک اور ارشاد نبوی ہے۔

من ولی بعشرۃ فحکم اگر کوئی شخص دس آدمی پر بھی
بینہم بما احبوا حاکم مقرر کر دیا جائے اور انکے
او بما کرھوا جئ بہ آپس میں موافق یا مخالف فیصلے
مغلولۃ یدہ فان کرے تو اسے قیامت کے دن
عدل ولم یرتش ہاتھ میں بیڑیاں پہنا کر پیش
ولم یحف فک اللہ کیا جائیگا اسکے بعد اگر اس نے
عنہ وان حکم بغیر صحیح فیصلہ کیا ہے اور نہ رشوت
ما انزل اللہ وارتشی لی ہے نہ کسی پر ظلم کیا ہے تو
وحابی فیہ شدت اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ آزاد
یسارہ الی یمینہ کر دیگا اور اگر فیصلہ قرآن
ثم رمی بہ فی کے خلاف کیا ہے اور رشوت
جہنم فلم یبلغ قعرھا لی ہے اور زیادتی بھی کی ہے
خمسمائۃ عام تو اسکا بایاں ہاتھ داہنیں میں

(رواہ الحاکم) مضبوط باندھکر جہنم میں پھینک
دیا جائیگا جسکی گہرائی اتنی زیادہ
ہوگی کہ پانچسو سال میں بھی
جہنم کی تہہ تک نہیں پہنچ سکیگا

اسی طرح وہ ہدیہ بھی تحریم میں رشوت ہی کا حکم رکھتا ہے جو ججوں اور دوسرے سرکاری افسران کو پیش کیا جاتا ہے بشرطیکہ پہلے سے دونوں کے درمیان ہدیہ ہدایا کا سلسلہ جاری نہ ہو۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک آدمی کو صدقہ وصول کرنے پر مامور فرمایا جب وہ شخص صدقہ کی وصولیابی سے واپس لوٹے تو کہنے لگے کہ یہ مال تمہارا ہے اور یہ مال مجھے ہدیہ دیا گیا ہے اسکی اس تقسیم اموال کو دیکھکر آپ صلعم نے ارشاد فرمایا۔

فھلا جلس فی — اس نے اپنے آبائی مکان میں
بیت ابیہ وامہ — بیٹھکر کیوں نہیں ہدیہ کا انتظار
فلینظر ایھدی الیہ — کیا؟ اسوقت دیکھتا کہ اسکو
ام لا والذی نفسی — ہدیہ ملتا ہے یا نہیں؟ قسم ہے
بیدہ لا یوتی بشیء — اس ذات کی جس کے قبضہ میں
الا جاء یوم القیامۃ — میری جان ہے کہ جو (رشوت)
یحملہ علی رقبتہ — بھی لی یا دی گئی ہوگی قیامت
کے دن وہ اسے اپنی گردن
پر سوار کرکے خدا کے سامنے
حاضر ہوگا۔

اسی کے ہم معنی ایک دوسری حدیث ہے۔

من استعملناہ علی عمل — جس کسی کو بھی ہم نے اپنا عامل
فرزقناہ رزقا وما — بنایا اسے اسکے عمل کے مطابق
اخذ بعد ذالک فھو — تنخواہ دی اب اگر اسکے بعد
غلول — بھی اس نے مزید کچھ لیا تو یہ
(رواہ ابو داؤد) — خیانت ہے

اور ایک حدیث میں تو اسکی تصریح کردی ہے۔

ھدایا العمل غلول — حاکم کو کام کرنے کا ہدیہ لینا
(رواہ امام احمد) — خیانت ہے۔

اسی سلسلہ میں نقاش کی بھی ایک روایت ہے کہ

ماعدل وال اتجر — جس حاکم نے اپنی رعایا سے تجارت
فی رعیتہ۔ — لیکر انصاف کیا اس نے انصاف
نہیں کیا۔

اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز فرمایا کرتے تھے کہ

کانت الھدیۃ فی — ہدیہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
زمن رسول اللہ — کے زمانہ میں ہوا کرتا تھا آج
صلی اللہ علیہ وسلم — کا ہدیہ تو رشوت ہے۔
وھدیۃ الیوم رشوۃ

مسروق کا ایک قول بھی اس سلسلہ میں سننے سے تعلق رکھتا ہے

اذا قبل القاضی الھدیۃ — جب حاکم نے ہدیہ قبول کرلیا
اکل السحت — تو گویا اس نے حرام کمائی کھائی

ان اقوال وآثار کو سامنے رکھنے کے بعد یہ بات بالکل ظاہر ہوجاتی ہے کہ ہدایا کا سلسلہ جو آپس میں میل ملاپ اور محبت وسلوک کو بڑھانے کیلئے ہوا کرتے ہیں اگر حاکم کے اس عہدہ پر تقرر سے پہلے نہ رہا ہو تو یہ ہدیہ بھی رشوت کی طرح حرام ہے اور اگر دونوں کے درمیان اس

عہدہ کے تقرر سے پہلے ہدیہ کا سلسلہ جاری رہا ہو تو اسکی تفصیل یوں ہے کہ اگر حاکم ہونے کے بعد پہلے کی بہ نسبت ہدایا میں زیادتی ہوگئی ہو تو انکا حکم بھی انہیں ہدایا کا ہے جو پہلے سے جاری نہ رہے ہوں اور اگر پہلے سے ہدیہ ہدایا کا تعلق رہا ہو اور حاکم ہونے کے بعد اسمیں کوئی زیادتی بھی نہیں ہوئی اس کے باوجود اگر کوئی معاملہ درپیش ہو تو ایسی حالت میں بھی یہ ہدیہ جائز نہ ہوگا ہاں اگر کوئی مطلب نہ ہو تو جتنا حاکم ہونے سے پہلے ہدیہ ہدایا آپس میں لئے دیئے جاتے تھے اتنے جائز ہیں اور افضل تو یہ ہے کہ اسے بھی قبول کرنا بند کردے۔

کسی معاملہ میں شفاعت کیلئے ہدیہ قبول کرنے میں فقہاء اُمت اور علماء اسلام کا اختلاف ہے اور اکثر حضرات عدم جواز کے قائل ہیں جنکے پیش نظر محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہوتی ہے۔

من شفع شفاعة لاحد فاهدى اليه هدية عليها وقبلها فقد اتى بابا عظيما من ابواب الكبائر

اگر کسی نے کسی کیلئے شفاعت کی اور اس کے بعد حاکم کے پاس ہدیہ بھیجا اور حاکم نے قبول کرلیا تو اسکا یہ ہدیہ قبول کرنا گناہ کبیرہ کے ایک بڑے دروازے کے پاس آنے کے مترادف ہے۔

ابن مسعودؓ بھی اس قسم کے ہدایا کو جرم عظیم قرار دیتے ہوئے انکی مذمت کرتے ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں ائمہ اربعہ کے اقوال کو بھی مختصراً ذکر کردیا جائے تاکہ رشوت اور اس قسم کے ہدایا کی فقہی حیثیت بھی واضح ہوجائے۔

حضرات حنابلہ کا قول ہے کہ "اگر حاکم ہونے سے قبل ہدیہ ہدایا کا سلسلہ نہ رہا ہو تو ایسے آدمی کا ہدیہ ہرگز قبول نہ کرے" خود امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ اگر کوئی پادری اسلامی مجاہدین کے سردار کو چاندی سونا یا کوئی اور ہدیہ پیش کرے تو وہ صرف سردار کا نہیں ہوسکتا ابوبکر عبدالعزیز کی تصریح کے مطابق تمام مجاہدین برابر کے حقدار اور شریک ہونگے"

حضرات موالک بھی اس سلسلہ میں اپنا ایک مسلک رکھتے ہیں چنانچہ ابو یونس کا قول ہے کہ حاکم کوئی ہدیہ قبول نہ کرے چاہے وہ اسکے عزیز اور دوست ہی کی جانب سے کیوں نہ پیش کیا گیا ہو البتہ باپ بیٹوں اور ان رشتہ داروں کا ہدیہ قبول کرسکتا ہے جن سے صلہ رحمی کرنا ہدیہ کے قبول و عدم قبول کی حرمت سے بالاتر ہے سحنون نے ان میں سے چند رشتہ داروں کو یوں شمار کرایا ہے خالہ، پھوپھی اور بھائی کی لڑکی انکا ہدیہ قبول کرسکتا ہے۔

ایک اور مالکی ابن حبیب فرماتے ہیں کہ سلاطین وحکام اور عمال والدار کے ہدیہ کی کراہیت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے بلکہ سبھی اسے مکروہ قرار دیتے ہیں امام مالک اور ان سے پہلے کے علماء اہل سنت کا مسلک یہی ہے رہا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدیہ قبول کرنا تو وہ آپکے ساتھ خاص تھا دوسرا اس کے اندر شریک نہیں ہوسکتا ربیعہ فرمایا کرتے تھے کہ "ہدیہ رشوت کا ذریعہ ہے اور ظلم وستم کی نشانی"

حضرات احناف کا مسلک ہے ہدیہ قبول کرنا
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا رہا حکام و
عمال کا ہدیہ قبول کرنا تو یہ ان کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ
وہ ہدیہ کی شکل میں رشوت ہی ہوا کرتا ہے پھر وہ ہدیہ
اس لئے دیتا ہے تاکہ اس حاکم کا تقرب حاصل کرے
یا مطلب برآری کرے اور حاکم کا حاکم ہونا امام مسلمین
کی جانب سے ہوتا ہے جو تمام مسلمانوں کیلئے نائب
ہوتا ہے اور اسکے بعد ہمارے سامنے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا یہ قول بالکل واضح ہو جاتا ہے (ھدایا
الامراء غلول) یعنی امراء کا ہدیہ خیانت ہوتا ہے
جبکہ وہ اسے خود اپنے لئے تصور کرنے لگیں
حضرات شوافع ہدیہ کو سلاطین کے لئے اس شرط
پر جائز قرار دیتے ہیں جبکہ وہ ان ہدایا کو بیت المال میں
جمع کردیں نیز صرف عدم تخصیص کی صورت تک ہدیہ
کی قبولیت کے جواز کو وہ تسلیم کرتے ہیں اور جہاں
تخصیص کی صورت پیدا ہو جاتی ہے وہیں اسے ناجائز
قرار دے دیتے ہیں یہ سبکی وغیرہ کے اقوال ہیں ان اقوال
کو سامنے رکھنے کے بعد یہ نتیجہ بآسانی نکل آتا ہے کہ ہر
اس حاکم پر جو مسلمانوں کے کسی معاملہ کا ذمہ دار ہو
ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو پورے
طور پر محسوس کرے اور اس امانت کو امانت والوں
تک پہونچانے کی سعی پیہم کرے اور کسی فریضۂ الہی
کو تبدیل کرنے کی کوشش نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے
عدل کو بغیر قیمت کے تقسیم کرے۔